۱۱-۱۲ ذی الحجة کو رمی قبل الزوال کے جواز وعدم جواز کامسئلہ

مولانا مفتی اقبال حسین

مدرس جامعہ انوار الاسلام سہام نئی آبادی راولپنڈی

حج کے موقع پر زیادہ رش ہونے کی وجہ سے ۱۱اور۱۲ذی الحجہ کی رمی عورتوں کمزوروں اور بیماروں کے لئے کیا قبل الزوال جائز ہے یانہیں؟
سعودی عرب کے بعض علماء نے ۱۱اور۱۲ذی الحجہ کی رمی کے بارے میں رمی قبل الزوال کے جواز کا فتویٰ دیا ہے لیکن جمہور علماء رمی قبل الزوال کو ناجائز قرار دے رہے ہیں۔سب سے پہلے رمی کے مسنون وقت کو ذکر کرتے ہیں دسویں تاریخ کی رمی کا وقت صبح صادق سے گیارہویں کی صبح صادق تک ہے۔سورج نکلنے سے زوال تک کا وقت مسنون ہے۔زوال سے غروب تک کا وقت مباح ہے اور غروب کے بعد مکروہ ہے۔اوردسویں کو صبح صادق کے بعد سورج نکلنے سے پہلے بھی مکروہ ہے۔البتہ عورت اور مریض اور کمزور لوگ ہجوم کے خوف سے ان وقتوں میں کریں تو مکروہ نہیں۔(مسائل بہشتی زیور حصہ اول ص۴۲۱)

گیارہویں اور بارہویں کو رمی کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے اس سے پہلے جائز نہیں اور زوال سے غروب آفتاب تک کا وقت مسنون ہے اور غروب سے صبح صادق تک کا وقت مکروہ ہے۔تیرہویں کی رمی کا وقت صبح صادق سے غروب تک کا ہے لیکن زوال سے پہلے وقت مکروہ تنزیہی ہے اور بعد میں وقت مسنون ہے عورتوں اور کمزوروں کے لئے مکروہ وقت میں کراہت نہیں (مسائل بہشتی زیور حصہ اول ص۴۲۳) یہ تو رمی کا مسنون وقت تھا۔تو کیا جس طرح مکروہ وقت میں بیماروں اور کمزوروں کے لئے رمی بلا کراہت جائز ہے تو کیا عذر کی وجہ سے ۱۱اور۱۲ذی الحجہ کی رمی بھی قبل الزوال جائز ہے یانہیں؟اور اگر کسی نے رمی قبل الزوال کی تو آیا اس کی رمی ادا ہوگی یانہیں اور آیا اس پر دم واجب ہوگا یانہیں۔(اب دیکھئے تفصیل) گیارہویں اور بارہویں تاریخ کی رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے زوال سے پہلے کرنا جائز نہیں۔المبسوط میں ہے۔**وان رماها فی الیوم الثانی من ایام النحر قبل الزوال لم یجزه لان وقت الرمی فی هذا لیوم بعد الزوال عرف بفعل رسول الله ﷺ فلا یجوز له قبله (المبسوط جلد ۴ ص ۷۷)** اگر کسی نے گیارہویں کی رمی زوال سے پہلے کی تو جائز نہ ہوگی۔کیوں کہ رمی کا وقت اس دن زوال کے بعد شروع ہوتا ہے آپ ﷺ کے فعل سے معلوم ہوا ہے۔پس زوال سے پہلے رمی جائز نہیں۔فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے۔**اما وقت الرمی فی الیوم الثانی والثالث فهو ما بعد الزوال الی طلوع الشمس من الغد حتی لا یجوز الرمی فیها قبل الزوال (عالمگیریه ج ۱ ص ۲۳۳)**
اگرچہ گیارہویں اور بارہویں کی رمی کا وقت وہ زوال کے بعد اگلے روز طلوع الشمس تک ہے۔حتیٰ کہ ان دونوں میں رمی زوال سے پہلے جائز نہیں ہے۔**قال فی السراجیه ویرمی فی الیوم الثانی من ایام النحر بعد الزوال (ص ۳۳)** اور رمی کرے ۱۲ذی الحجہ کو زوال کے بعد حضرت جابرؓ کی روایت ہے۔**عن جابرؓ ان رسول الله ﷺ رمی الجمرة یوم النحر ضحیً ورمی فی بقیة الایام بعد الزوال (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۲۳۵)** آپ ﷺ نے یوم النحر کو جمرات کی رمی چاشت کے وقت کی اور باقی

دنوں میں زوال کے بعد رمی کی۔ ملک العلماء علامہ کاسانیؒ نے گیارہویں اور بارہویں کی رمی کے بارے میں امام صاحبؒ سے دو قول نقل کئے ہیں۔ مشہور روایت یہی ہے کہ ۱۱ اور ۱۲ ذی الحجہ کی رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے قبل الزوال جائز نہیں ہے۔ جس قول میں جائز نقل کیا ہے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ چونکہ یوم النحر کی رمی کا وقت زوال سے پہلے شروع ہوتا ہے اس لئے ۱۱ اور ۱۲ ذی الحجہ کی رمی بھی زوال سے پہلے جائز ہونی چاہئے۔ اور مشہور روایت کے لئے حضرت جابرؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے (دیکھئے بدائع الصنائع جلد ۲ ص ۳۲۴) علامہ کاسانیؒ نے آخر میں هذا الباب لايعرف بالقياس بل بالتوقيف کہہ کر فیصلہ سنایا کہ رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے قبل الزوال جائز نہیں۔ کنز الدقائق کے مشہور شارح علامہ فخر الدین زیلعیؒ تبیین الحقائق میں لکھتے ہیں۔ بخلاف اليوم الاول والثانی من ايام التشريق حيث لا يجوز فيها الا بعد الزوال فی المشهور من الرواية لانه لايجوز تركه فيها فكذا لا يجوز تقديمه (تبيين الحقائق جلد ۲ ص ۳۱۴) بخلاف ایام تشریق کے دوسرے اور تیسرے دن کے کہ ان میں رمی کرنا جائز نہیں۔ مگر زوال کے بعد مشہور روایت کے مطابق جس طرح ان دنوں میں رمی چھوڑنا جائز نہیں اس طرح قبل الزوال بھی جائز نہیں۔ علامہ الشیخ شبلیؒ اس عبارت پر حاشیہ میں لکھتے ہیں (فی المشہور) ای وھو ظاہر الروایۃ کا کی (جلد دوم ص ۳۱۴) وہی قول ظاہر الروایۃ ہے اور جب ظاہر الروایۃ کے مقابلے میں غیر ظاہر الروایۃ آئے تو ترجیح ظاہر الروایۃ ہی کو ہوگی۔ لما قال العلامة الشيخ المفتی تقی العثمانی مد ظله فی اصول الافتاء والرابع اذا كان احدهما ظاهر الرواية والاخر غيره فالراجح ماهو ظاهر الرواية (اصول افتاء ص ۴۲) معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ سے جو جواز کا قول مروی ہے وہ ضعیف قول ہے اور ضعیف قول پر فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ قال فی غنية الناسک فی بقية المناسک: واما وقت الجواز فی اليوم الثانی والثالث من ايام النحر فمن الزوال الى طلوع الفجر من الغد فلايجوز قبل الزوال فی ظاهر الرواية وعليه الجمهور من اصحاب المتون والشروح والفتاوى (ص ۱۸۱) ایام نحر کے دوسرے اور تیسرے دن کی رمی کا جائز وقت زوال سے اگلے روز طلوع فجر تک ہے۔ پس زوال سے پہلے رمی جائز نہیں ظاہر روایت کے مطابق۔ اور یہی مسلک جمہور اصحاب متون شروح اور اصحاب فتاوی کا ہے۔ قال فی الفقه الاسلامی وادلته: رمی الجمرات ايام التشريق بعد زوال الشمس فی كل يوم ای بعد الظهر بالاتفاق لقول ابن عباسؓ رمى رسول الله ﷺ الجمار حين زالت الشمس فلايجوز الرمی قبل الزوال (الفقه الاسلامی وادلته جلد ۳ ص ۲۲۵۵) ایام تشریق کی رمی کا وقت ہر روز زوال کے بعد یعنی ظہر کے بعد بالاتفاق شروع ہوتا ہے۔ ابن عباسؓ کے اس قول کی وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمی جمار زوال شمس کے بعد کی۔ لہٰذا زوال سے پہلے رمی جائز نہیں ہے۔ درجہ ذیل عبارت سے احناف کا مذہب واضح ہو جاتا ہے کہ احناف کے نزدیک ۱۱۔۱۲ ذی الحجہ کی رمی زوال سے پہلے جائز نہیں اور یہی مذہب جمہور علماء اسلام کا بھی ہے۔ اس لئے جمہور کے نزدیک زوال سے قبل رمی جائز نہیں۔

شوافع کا مذہب:۔

قال فی الام :.ولایرمی الجمار فی شئی من ایام منیٰ غیر یوم النحر الا بعد الزوال ومن رماها قبل الزوال اعادها (الام جلد ۲ ص ۲۳۴) اور رمی جمار نہ کرے ایام منیٰ میں سوائے یوم نحر کے مگر زوال کے بعد اور جس نے زوال سے پہلے رمی کی بعد میں اس کا اعادہ کرلے گا۔کتاب الام کی اس عبارت سے شوافع کا مذہب واضح ہوجاتا ہے۔

حنابلہ کا مذہب:۔

علامہ ابن قدامہؒ شرح الکبیر میں لکھتے ہیں۔ولایر میٰ الا بعد الزوال فان رمی قبل الزوال اعاد نص علیه وروی ذلک عن ابن عمرؓ وبه قال مالکؒ والنوویؒ والشافعیؒ واسحاقؒ واصحاب الرأی وعطاء(شرح الکبیر جلد ۳ص ۴۷۶) اور رمی نہ کرے مگر زوال کے بعد اگر زوال سے پہلے رمی کی تو اس کا اعادہ کرے گا اور یہ ابن عمرؓ سے مروی ہے اور یہی مذہب امام مالکؒ، ثوریؒ شافعیؒ، اسحاقؒ، اور اصحاب الرأی (احناف) اور عطاء کا بھی ہے۔

مالکیہ کا مذہب:۔

قال فی بدایه المجتهد ونهایه المقتصد واجمعو علی ان من سنة رمی الجمار الثلاث فی ایام التشریق ان یکون ذلک بعد الزوال فقال جمهور العلماء من رماها قبل الزوال اعاد رمیها بعد الزوال (جلد ۱ ص ۳۵۴) علماء کا اجماع ہے اس بات پر کہ جمرات ثلاثہ کا طریقہ ایام تشریق میں یہ ہے کہ رمی زوال کے بعد ہو اگر کسی نے قبل الزوال رمی کی تو زوال کے بعد پھر رمی کا اعادہ کرے۔مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ العالی لکھتے ہیں:۔واضح رہے کہ زوال سے پہلے رمی جائز نہیں۔کیونکہ زوال سے پہلے رمی کا وقت شروع نہیں ہوتا اگر کسی نے غلطی سے اس وقت رمی کرلی تو وہ معتبر نہ ہوگی ورنہ دم واجب ہوگا۔اور اگر اس دن رمی نہ کی تو اگلے دن رمی کی قضاء واجب ہوگی اور وقت قضاء ۱۳ ذی الحجہ کو آفتاب غروب ہونے تک ہے لیکن قضاء کرنے سے دم قضاء نہ ہوگا وہ بہرحال ادا کرنا ہوگا (فقہی رسائل جلد دوم ص ۲۶۳) مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ گیارہویں اور بارہویں کی رمی کا وقت زوال کے بعد سے ہے لہذا قبل از زوال رمی معتبر نہیں۔زوال کے بعد دوبارہ کرنی ہوگی نہ کرنے پر دم لازم ہوگا عورت بھی زوال کے بعد کرے۔ازدحام کی وجہ سے زوال کے بعد نہ رمی جمار کرسکے۔تو مغرب کے بعد رمی کرے۔خلاصہ یہ ہے کہ گیارہویں، بارھویں، تیرھویں کی رمی زوال کے بعد سے ہے۔لہذا زوال سے پہلے رمی جائز نہیں (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۸ ص ۸۰) قال فی البحر الرائق :ثم بتاخیرها یجب الدم عند ابی حنیفةؒ خلافا لهما وقال فیه :ای تجب شاة بتاخیر النسک عن زمانه وکذا بتاخیر الرمی عن وقته کما قدمناه (البحر الرائق جلد ۳ ص ۴۱) پھر اس رمی کی تاخیر سے دم واجب ہوتا ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔صاحبین اس میں اختلاف کرتے ہیں۔آگے لکھتے ہیں ایک بکری واجب ہوگی حج کے افعال کو اپنے وقت

سے مؤخر کرنے کی وجہ سے اسی طرح رمی کو اپنے وقت سے مؤخر کرنے کی وجہ سے بھی بکری واجب ہوگی۔اس لئے رمی کا وقت وہ زوال کے بعد ہی شروع ہوتا ہے زوال سے پہلے نہیں اور کوئی ایسی ضرورت بھی نہیں جس کی وجہ سے قبل الزوال رمی کی اجازت دی جائے۔
مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں: جب عورتوں، مریضوں، ضعیفوں کے لئے وقتِ شب رمی بلا کراہت جائز ہے تو قبل الزوال کی کیا ضرورت رہی۔نفس پرستی کو ضرورت نہیں کہا جاسکتا۔(احسن الفتاویٰ جلد۴ ص۵۳۴) اور یہ مسئلہ بھی ایسا نہیں جس میں اجتہاد کی ضرورت ہو اس لئے کہ ہر مسئلے میں اجتہاد نہیں چلتا۔مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ لکھتے ہیں: ان احکام اللہ ورسولہ مبنیة فی الکتاب والسنة اما صراحة واما تضمنا کما بسطه الاصولیون فی کتبهم فکل حکم وجد فی الکتاب والسنة صریحا ولا یحتمل الا المعنی الظاهر منها ولا یعارضهٗ حکما آخر فی الکتاب والسنة فان ذلک الحکم یجب العمل منهما العمل به عند الامة جمیعا ولیست تلک المسئلة محلا للاجتهاد او التقلید (اصول الافتاء ص۱۸) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کتاب اور سنت میں مبنی ہیں یا تو صراحۃً ہوں گے یا ضمناً جس کو اصحاب اصول نے تفصیل سے بیان کیا ہے اپنی کتابوں میں اگر کوئی حکم کتاب وسنت میں صراحۃً موجود ہو اور ظاہر معنی کے علاوہ کسی اور کا احتمال بھی نہ رکھتا ہو اور کتاب وسنت میں اس کے معارض کوئی اور حکم بھی نہ ہو تو ایسے حکم پر عمل کرنا واجب ہے تمام امت کے نزدیک اور ایسا مسئلہ اجتہاد اور تقلید کا محل نہیں اس سے معلوم ہوا کہ عرب کے جن علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں۔وجہ انہوں نے یہ لکھی ہے کہ اس مسئلے میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔اس کے علاوہ قرآن وحدیث اور فقہاء میں سے کسی سے بھی کوئی دلیل پیش نہیں کی۔اس لئے جمہور علماء کی بات ہی معتبر ہوگی اس کے خلاف کرنا کسی طرح درست نہیں۔

خلاصہ:۔

مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک ۱۱ اور ۱۲ ذی الحجہ کی رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے اور زوال سے پہلے نہ تو رمی کا وقت شروع ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کے ہاں زوال سے قبل رمی جائز ہے۔اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے۔اگر کسی نے زوال سے پہلے رمی کی تو جمہور علماء کے نزدیک اس پر زوال کے بعد رمی کا اعادہ ضروری ہوگا اگر زوال کے بعد رمی نہ کی تو تیرہویں ذی الحجہ کے غروب آفتاب سے پہلے اس کی قضاء کرے اگر قضاء کرلی تب بھی تاخیر رمی کی وجہ سے دم واجب ہوگا اور اگر قضاء نہ کی تو بدرجہ اولیٰ اس پر دم لازم ہوگا۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

خصوصی گزارش

تمام قارئین سے گزارش ہے کہ خط وکتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر کا حوالہ لکھنا نہ بھولیں۔